159121- ملازمت کے لیے دوسرے ملک جاکر دوسری شادی کرلی اور پہلی بیوی کو چھوڑ دیا تو کیا یہ طلاق شمار ہوگی ؟

سوال

ہم کینڈا میں رہائش پذیر ہیں، اور میرا سوال والدہ کے متعلق ہے، میرے والد صاحب شادی کے تیس برس بعد ملازمت کے لیے نیویارک امریکہ میں گئے اور وہاں تین برس تک رہے، اس دوران انہوں نے میری والدہ کو کوئی رقم اور پیسے وغیرہ نہیں بھیجے، پھر اس کے بعد آئے اور پاکستان جانے کا فیصلہ کیا، اور پاکستان پہنچتے ہی میری والدہ کو بتائے بغیر دوسری شادی کرلی.

اس وقت سے لے کر آج تک میری والدہ سے تعلقات منقطع کر رکھے ہیں، نہ تو طلاق دی ہے اور نہ ہی ان کے ساتھ رہتا ہے، اب میری والدہ اپنے حقوق جاننا چاہتی ہیں کہ ان کے حقوق کیا ہیں، اور کیا وہ مطلقہ شمار ہونگی ؟

اور اگر والد صاحب واپس آئیں تو کیا میری والدہ کو طلاق طلب کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں ؟

اسی طرح والد اور والدہ دونوں نے مل کر مکان خریدا لیکن والدہ نے قیمت کا زیادہ حصہ ادا کیا ہے، تو اس کی تقسیم کیسے ہوگی ؟

پسندیدہ جواب

اول :

آپ کی والدہ ابھی تک آپ کے والد کے نکاح میں ہیں اور شرعا ان کی بیوی ہیں؛ جب تک انہیں طلاق نہیں دی جاتی یا پھر آپ کی والدہ اس سے خلع حاصل نہیں کر لیتی، اور آپ کی والدہ کو نان و نفقہ اور لباس و رہائش اور معاشرت کے مکمل حقوق حاصل ہیں جب تک وہ بیوی ہے.

اگر آپ کا والد ان حقوق میں سے کسی میں کوتاہی کرتا ہے تو آپ کی والدہ کو اس حق کے مطالبہ کا حق حاصل ہے، چاہے شرعی قاضی کے پاس جا کر مطالبہ کرے، اور اگر وہ صبر کرتے ہوئے ایسے ہی رہنا چاہتی ہے جیسے رہ رہی ہے تو ایسا کرنے کا بھی حق ہے.

اور اگر صبر نہیں کر سکتی تو خاوند سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے، اس صورت میں خاوند اسے پورے حقوق دے گا، اور خاوند کے ذمہ اتنی مدت کا نان و نفقہ کے اخراجات کی ادائیگی ہوگی جس میں اس نے نفقہ ادا نہیں کیا، لیکن اگر وہ اسے معاف کر چکی ہے تو پھر مطالبہ نہیں کر سکتی، اور اگر طلاق نہیں دیتا تو آپ کی والدہ کو خلع حاصل کرنے کا حق حاصل ہے.

ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"جس عورت نے بھی اپنے خاوند سے بغیر کسی سبب کے طلاق طلب کی تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے "

مسند احمد حدیث نمبر (22379) سنن ابو داود حدیث نمبر (2226) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث کا تقاضہ ہے کہ عورت کو طلاق طلب کرنے سے دھمکانے والی جتنی بھی احادیث ہیں انہیں اس پر محمول کیا جائیگا کہ اگر طلاق طلب کرنے کا کوئی سبب نہ ہو" انتہی

دیکھیں : فتح الباری (402/9).

دوم :

آپ کو چاہیے کہ جو کچھ ہوچکا اسے نہیں بلکہ آپ اپنے والدین کے حسب استطاعت صلح کرانے کی کوشش کریں، آپ کو علم ہونا چاہیے کہ اگر اس نے دوسری شادی بھی کر لی ہو اور آپ کی والدہ کو اس کا علم بھی نہ ہو، یا پھر وہ دوسری شادی پر راضی نہ ہو، تو پھر بھی آپ کے والد کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ آپ کی والدہ پر ظلم کرے اور اس کے حقوق کی ادائیگی نہ کرے.

آپ اسے واپس لانے کی کوشش کریں، کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ظلم کرتا ہوا ہی اپنے رب سے جا ملے اور پھر ظلم بھی اس پر جو اس کی بیوی ہے، جس کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ حسن سلوک کرنا چاہیے تھا.

اگر وہ آپ کی والدہ کے پاس واپس آجائے اور اس کا حق معاشرت احسن طریقہ سے ادا کرنے لگے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے، اور آپ کی والدہ کے لیے بھی بہتر ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہی رہے تا کہ گھر کا شیرازہ بکھرنے کی بجائے ایک ہی گھر میں اکٹھا ہو جائے.

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال کیا گیا :

ایک شخص کی دو بیویاں ہیں دونوں میں سے ایک سے زیادہ محبت کرتا اور اسے لباس وغیرہ مہیا کرتا، اور اس کے ساتھ رہتا ہے، دوسری کے ساتھ کم ایسے شخص کا حکم کیا ہے ؟

شیخ الاسلام کا جواب تھا :

"الحمد للہ :

مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اس پر دونوں بیویوں کے مابین عدل انصاف کرنا واجب ہے.

سنن اربعہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے حدیث مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ لیہ وسلم نے فرمایا :

"جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ کسی ایک کی طرف مائل ہو اور دوسری کی طرف نہ تو روز قیامت آئیگا تو اس کی ایک سائڈ مائل ہوئی ہوگی"

اس لیے اس تقسیم میں عدل کرنا ہوگا اگر وہ ایک بیوی کے پاس ایک یا دو یا تین راتیں بسر کرتا ہے تو دوسری کے پاس بھی اتنی ہی راتیں بسر کرے، اور تقسیم میں کسی ایک کو فضیلت مت دے، لیکن اگر اس سے محبت زیادہ کرتا ہے یا وطئ زیادہ کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں.

اس سلسلہ میں اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی ہے :

.{اور تم عورتوں کے مابین ہرگز عدل نہیں کر سکو گے چاہے تم حرص بھی رکھو}. النساء (129).

یعنی محبت اور جماع میں.

رہا نان ونفقہ اور لباس وغیرہ میں عدل تو سنت بھی یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں اقتداء کرتے ہوئے عدل کیا جائے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے مابین نفقہ میں عدل کیا کرتے تھے، اور اسی طرح تقسیم میں بھی عدل فرمایا کرتے تھے.

لیکن علماء کا اس میں تنازع ہے کہ آیا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی یا مستحب؟

اور پھر اس میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نفقہ میں عدل کرنا واجب تھا یا مستحب، لیکن کتاب وسنت سے واجب ہونا زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے.

اسی عدل کا حکم بھی دیا گیا ہے جب تک وہ اس کی بیوی ہے اسے عدل کرنا ہوگا، لیکن اگر کسی ایک کو طلاق دینا چاہے تو اسے ایسا کرنے کا حق ہے.

لیکن اگر وہ اور جسے طلاق دینا چاہتا ہے آپس میں کسی بات پر صلح کر لیں کہ وہ اسے اپنے پاس رکھے لیکن اس باری تقسیم نہ کرے، اور وہ بھی اس پر رضامند ہو تو ایسا کرنا جائز ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

.{اور اگر عورت اپنے خاوند کی بدماغی یا بے پرواہی کا خطرہ محسوس کرے، تو ان دونوں پر آپس میں وہ جو صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں، اور صلح بہت بہتر چیز ہے}.النساء (128).

اور صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت اس عورت کے بارہ میں نازل ہوئی جو کسی شخص کے پاس ہو اور اس کے ساتھ صحبت طویل عرصہ ہو جائے تو وہ اسے طلاق دیا چاہے تو وہ عورت اسے کہے تم مجھے طلاق مت دو بلکہ اپنے پاس ہی رکھو اور تمہیں میری باری میں چھٹی تو یہ آیت نازل ہوئی.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سودۃ رضی اللہ تعالی عنہا کو طلاق دینا چاہی تو انہوں نے اپنی باری عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو ہبہ کر دی، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بغیر باری کے اپنے پاس ہی رکھ لیا"

اور رافع بن خدیج رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، کہا جاتا ہے کہ یہ آیت ان کے بارہ میں نازل ہوئی" انتہی

دیکھیں: الفتاوی الکبری (3/149-150).

واللہ اعلم.